Fikr-o-Nasar (Islamabad) 12:10-11 (1975)

استانبول میں تبرکاتِ نبویؐ

ثروت صولت

استانبول کو صرف اپنے خوب صورت فارتی مناظر، بے مثل کتب خانوں اور حسین مخروطی میناروں والی مسجدوں ہی کی وجہ سے ایک امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ وہاں کے عجائب گھر بھی اسلامی دنیا میں ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ شاید اسلامی دنیا کا کوئی شہر عجائب گھروں کی کثرت اور ان میں پائے جانے والے نوادرات کی گوناگونی میں استانبول کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پھر ان عجائب گھروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں لوٹ مار کا مال جمع نہیں ہے۔ بلکہ ان میں علم و فن، صنعت و حرفت، تمدن اور تاریخی اہمیت اور عظمت کے ایسے نوادرات جمع ہیں جو صرف مسلمانوں، ترکوں اور ترکی کی قبل از اسلام تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عثمانی سلطنت اپنے عروج کے زمانہ میں اس وقت کی عظیم ترین اور طاقتور ترین سلطنت تھی عثمانی ترکوں کا اقتدار دنیا کے تین براعظموں تک پھیلا ہوا تھا اور ان کی حدود میں وہ تمام علاقے آ گئے تھے جن کو انسانی تاریخ کا گہوارہ کہا جاتا ہے، جہاں دنیا کے تین بڑے مذاہب کا آغاز ہوا اور جہاں مسلمانوں کے مقدس ترین شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ واقع ہیں۔ اموی سلطنت کا دارالخلافہ دمشق، عباسی سلطنت کا دارالخلافہ بغداد اور فاطمی سلطنت، ایوبی سلاطین اور ممالک مصر کا دارالحکومت قاہرہ سلطنتِ عثمانیہ کی حدود میں تھے۔ بیدار مغز عثمانی سلاطین نے اپنی اس مخصوص حیثیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس تاریخی ورثہ کو محفوظ کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جو اس وسیع خطہ میں نشوونما پانے والے تمدنوں کے وارث کی حیثیت سے ان کو منتقل ہوا تھا۔

استانبول کے عجائب گھروں میں سب سے شاندار توپ قاپی یا توپ قاپو سرائے کا عجائب گھر ہے۔ توپ قاپو سرائے دراصل محلات کے ایک سلسلہ کا نام ہے جو شاخِ زرین اور بحیرۂ مرمرہ کے نقطۂ اتصال

کے قریب ہزاروں مربع گز کے رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تعمیر کا آغاز استانبول کی فتح کے بعد ۱۴۵۹ء میں سلطان محمد فاتح نے کیا تھا۔ بعد کے عثمانی سلاطین اس میں اضافے کرتے گئے اور یہ سلسلہ انیسویں صدی تک جاری رہا۔ چونکہ یہ محلات مختلف ادوار میں بنائے گئے ہیں اس لئے وہ فنی اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر سلطان نے اپنے مذاق اور خواہش کے مطابق اضافے کئے جس کی وجہ سے ایک ایسا تنوّع پیدا ہو گیا ہے جو سیاحوں کے لئے بڑی دلکشی رکھتا ہے۔

ترکی میں جمہوریت کے قیام کے بعد ۱۹۲۴ء میں توپ قاپو کو ایک عجائب گھر میں تبدیل کر دیا گیا ہے جس میں سلاطینِ عثمانی کے قیمتی نوادرات رکھے گئے ہیں۔ لباس، ہتھیار، زیورات، مصنوعات اور عثمانی تاریخ و ثقافت سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے علاوہ یہاں ایک عظیم الشّان کتب خانہ بھی ہے جس میں عربی، فارسی اور ترکی کی تقریباً اٹھارہ ہزار قلمی کتابیں ہیں۔

حرم سرا کا وسیع و عریض حصّہ جس میں فنِ تعمیر کے بہترین نمونے پائے جاتے ہیں کچھ عرصہ قبل تک سیاحوں کے لئے بند تھا لیکن اس کی مرمّت اور بحالی کے بعد جو گیارہ سال میں مکمّل ہوئی اس حصّہ کو بھی ۸ ستمبر ۱۹۷۱ء کو سیاحوں کے لئے کھول دیا گیا ہے۔[۱۲]

توپ قاپو سرائے میں داخل ہونے کے لئے چار دروازے ہیں جن میں بابِ سعادت سب سے اچھی حالت میں ہے اور بہت ہی خوشنما ہے۔ اسی سے گزرنے کے بعد سامنے دیوانِ عام دکھائی دیتا ہے جسے سلیمانِ اعظم نے بنوایا تھا۔ دیوانِ عام کے قریب ہی کئی کمرے ہیں جن میں سلاطینِ عثمانی کے جواہرات، آلاتِ حرب اور ان سے متعلق دوسری اشیاء رکھی گئی ہیں۔[۱۳] ان ہی میں سے ایک کمرہ وہ ہے جس میں "تبرکاتِ نبوی" رکھے گئے ہیں اور جسے "خرقۂ سعادت" کا نام دیا گیا ہے۔

خرقۂ سعادت

توپ قاپو سرائے کا وہ حصّہ جہاں "خرقۂ سعادت" ہے محمد فاتح کے زمانے میں ۱۴۷۴ء اور ۱۴۷۸ء کے درمیان تعمیر ہوا تھا۔ اُس وقت اس کی حیثیت شاہی محل کی تھی اسکو "سرائے ہمایوں" کہا جاتا تھا۔ بادشاہ یہاں بیٹھ کر امورِ سلطنت انجام دیتا تھا اور آنے والوں سے ملاقات کرتا تھا۔ فروری ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم اوّل نے مصر فتح کیا اور وہ ان تبرکاتِ نبوی اور تبرکاتِ مقدّ

کو جو مصر کے عباسی خلفاء کے پاس تھے۔ قاہرہ سے استانبول لے آیا اور ان کو توپ قاپو سرائے میں محفوظ کر دیا۔ لیکن اس وقت تک وہ کمرہ جو اب "خرقۂ سعادت" کہلاتا ہے ان کے لئے مخصوص نہیں ہُوا تھا۔ تقریباً تین سو سال تک یہ تبرکات توپ قاپو کے مختلف حصّوں میں جن میں سلحدار کا خزانہ اور رواں کوشک قابلِ ذکر ہیں رکھے جاتے رہے۔ یہ محل بھی سرائے ہمایوں کے قریب واقع ہیں۔ انیسویں صدی کے اوائل میں سلطان محمود ثانی (۱۸۰۸ء تا ۱۸۳۹ء) نے توپ قاپو کی رہائش ترک کر دی اور اس کے بعد سے ان آثارِ مقدّسہ کے لئے وہ کمرہ مخصوص کر دیا گیا جو "خُرقۂ سعادت" کہلاتا ہے۔

تبرکاتِ نبوی چاندی کی بنی ہُوئی ایک جالی دار چھتری کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ چھتری ایک شامیانہ سے مشابہ ہے اور سترھویں صدی کے مشہور ترک سیاح اولیا چلبی[۱۱] (۱۶۱۱ء تا ۱۶۸۱ء) کے والد درویش محمد ظلی نے سلطان محمد مراد چہارم (۱۶۲۳ء تا ۱۶۴۰ء) کے حکم سے تیار کی تھی جو عثمانی دَور کی صناعی کا بہترین نمونہ سمجھی جاتی ہے۔ درویش محمد ظلی شاہی دربار کے خاص جوہری تھے۔ اس کی چھت گنبد نما ہے۔ جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ چھت چار ستونوں پر قائم ہے۔ چھتری کا اندرونی حصّہ سترھویں صدی کے زردوزی کام کا بہترین نمونہ ہے۔ ذیل کے مصرع سے جو چھتری پر لکھا ہُوا ہے ابجد کے حساب سے چھتری کی تعمیر کی تاریخ نکلتی ہے[۱۲]:

سریر سیم قبہ مسندِ والائے سلطانی

"خرقۂ سعادت" کی طرح یہ چھتری بھی شروع میں تبرکات کے لئے مخصوص نہیں تھی بلکہ شاہی تخت کے لئے استعمال ہوتی تھی اور اسی غرض سے بنائی گئی تھی۔ لیکن محمود ثانی کے توپ قاپو سے چلے جانے کے بعد یہ چھتری تبرکاتِ نبوی کے لئے مخصوص کر دی گئی۔ ستونوں کے درمیان چاندی کی جو جالیاں ہیں وہ بھی محمود ثانی کے زمانے میں لگائی گئیں۔

یہ جالی دار چھتری "خرقۂ سعادت" کے بائیں گوشہ میں اس طرح رکھی ہوئی ہے کہ زائرین کمرہ کی کھڑکی سے ان صندوقوں کو بہ آسانی دیکھ سکتے ہیں جن میں تبرکاتِ نبوی رکھے ہوئے ہیں۔ یہ کھڑکی ترکی میں "حاجت پنجرہ سی" یعنی دعا کی کھڑکی کہلاتی ہے۔

آنحضرتؐ سے منسوب جو تبرکات خرقۂ سعادت میں رکھے ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

۱- **تلواریں**:- خرقۂ سعادت میں کل اکیس (۲۱) تلواریں رکھی ہوئی ہیں جن میں دو تلواریں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے منسوب ہیں۔ یہ تلواریں چاندی کے بنے ہوئے ایک منقش ڈبہ پر اس طرح رکھی گئی ہیں کہ ڈبہ کے اوپر مخمل کا ایک موٹا گدا رکھا گیا ہے اور اس کے اوپر تلواروں کو رکھا گیا ہے۔ اِن تلواروں کے لئے سلطان احمد اوّل (۱۶۰۳ء تا ۱۶۱۷ء) نے خالص سونے کے خول بنوائے تھے۔ جن میں جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اِن تلواروں کے دستے بھی اسی حکمران نے بڑے اہتمام سے بنوائے ہیں۔

۲- **کمان**:- ان تبرکات میں حضورؐ سے منسوب ایک کمان بھی ہے۔ کمان کے لئے چاندی کا ایک غلاف تیار کرایا گیا ہے جس پر سیاہ کندہ کاری ہے۔ یہ غلاف بھی جس پر کمان سے متعلق اشعار بھی لکھے ہیں سلطان احمد اوّل کے حکم سے بنوایا گیا تھا۔

۳- **پرچم**:- حضورؐ کے تبرکات میں ایک پرچم بھی شامل ہے۔ عثمانی حکمران خاص خاص موقعوں پر اس پرچم کو نکالتے تھے چنانچہ محمود ثانی کے زمانہ میں جب "نظام جدید" کے خلاف ینی چری فوج نے بغاوت کی تھی تو سلطان نے اسی پرچم کو بلند کرکے مسلمانوں کو اپنے گرد جمع ہونے کی دعوت دی تھی۔ یہ پرچم ایک صندوق میں بند ہے اور جالی والی چھتری کے اندر دیگر تبرکات کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔

۴- **خرقہ شریف**:- یہ وہ چادر ہے جو ایک روایت کے مطابق حضورؐ نے مشہور عرب شاعر کعب بن زُہیر کو قصیدہ لکھنے پر بطور انعام دی تھی۔ اسی چادر یا خرقہ کی وجہ سے پورے کمرہ کا نام "خرقۂ سعادت" پڑ گیا۔

روایت ہے کہ کعب بن زُہیر حضورؐ کے سخت مخالفوں میں سے تھے اور آپؐ کی ہجو میں اشعار لکھا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپؐ نے ان کو قتل کرنے کی اجازت

دے دی تھی۔ آخر میں ان کو ندامت ہوئی اور اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور حضورؐ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جو قصیدہ "بانت سعاد" کہلاتا ہے اور جس کو قصیدہ بردہ اولی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ لکھنے کے بعد کعب بن زہیر نے بھیس بدل کر حضورؐ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ اگر کعب اسلام قبول کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو کیا حضورؐ اس کو معاف کر دیں گے۔ حضورؐ جب معاف کرنے پر راضی ہو گئے تو کعب نے اپنی جیب سے لکھا ہوا قصیدہ نکالا اور حضورؐ کو سنایا۔ رسولِ خدا اس قصیدہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ کعب کو معاف کر دیا اور اپنی چادر اُتار کر ان کو دے دی۔

کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے اس چادر کو لینے کے لئے دس ہزار نقرئی درہم کی پیش کش کی تھی لیکن کعب نے چادر کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ان کی موت کے بعد اُن کے وارث نے یہ چادر بیس ہزار درہم میں فروخت کر دی۔ بنی امیہ سے یہ چادر خلفائے بنی عباس کو منتقل ہوئی۔ بغداد سے یہ چادر کس طرح مصر منتقل ہوئی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بہر حال جب ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم اوّل نے مصر فتح کیا تو عباسی خلیفہ سے حاصل کردہ دوسرے تبرکات کے ساتھ یہ چادر بھی استانبول منتقل ہو گئی۔

چادر خالص سونے کے ایک مرصع صندوق میں بند رہتی ہے۔ اس مقصد کے لئے سلطان عبدالعزیز (۱۸۶۱ء تا ۱۸۷۶ء) نے دو صندوق بنوائے تھے۔ ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ دونوں صندوق سونے کے ہیں۔ چادر ایک منقّش کپڑے میں بند ہے جس پر کشیدہ کاری کی گئی ہے۔ یہ کپڑا اور چادر چھوٹے والے صندوق میں رکھی ہوئی ہے اور یہ صندوق بڑے صندوق میں بند کر دیا جاتا ہے۔ بڑا صندوق چاندی کی بنی ہوئی ایک میز کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ پاس ہی ایک دوسرا صندوق ہے جس میں پرچم نبوی بند ہے۔ زائرین ان دونوں صندوقوں کو کھڑکی سے آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔

سلطان احمد اوّل (۱۶۰۳ء تا ۱۶۱۷ء) اس صندوقچہ کو جس میں خرقہ مبارک بند ہے اپنے تخت کے پیچھے رکھا کرتا تھا تاکہ ایک مسلمان حکمران کی حیثیت سے اُس کی عظمت میں اضافہ ہو۔

۵۔ نامۂ سعادت:۔ یہ وہ خط ہے جو رسولِ مقبولؐ نے دعوتِ اسلام کے سلسلے میں

۶۲۷ء میں مقوقس والیٔ مصر کو لکھا تھا۔ یہ خط ایک فرانسیسی موشیو بارتھلیمی (BARTHLEMY) نے مصر کی سیاحت کے دوران ۱۸۵۰ء میں دریافت کیا تھا۔ یہ خط ایک خانقاہ میں موجود قبطی انجیل کے اُوپر چسپاں تھا۔ آخر میں یہ خط سلطان عبدالمجید (۱۸۳۹ء تا ۱۸۶۱ء) کو پیش کیا گیا۔ سلطان نے خط کو سونے کے ایک فریم میں لگا کر ایک صندوقچہ میں رکھ دیا جس پر انتہائی حسین زردوزی کا کام کیا گیا ہے۔ ڈبہ کا سائز ۱۰½×۳۰×۴۲½ سنٹی میٹر ہے۔ خط ایک جھلّی پر لکھا ہُوا ہے جس کا درمیانی حصّہ خراب ہو گیا ہے۔ خط کا ترجمہ بھی خط کے ساتھ فریم میں لگا ہُوا ہے۔

۶۔ **موئے مُبارک**: خرقۂ سعادت میں کچھ چھوٹی ڈبیاں بھی رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک ڈبیہ میں جو سونے کی ہے اور جواہرات سے مرصّع ہے حضور صلعم کا موئے مُبارک بند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضورؐ کی ڈاڑھی کا بال ہے۔

خلیل حامدی لکھتے ہیں کہ:

"عثمانی خلفاء کے عہد سے جو تبرّکات آستانہ میں موجود ہیں ان میں آنحضورؐ کا موئے مبارک بھی ہے۔ ہر سال رمضان المبارک کے عشرۂ آخر میں استانبول، انقرہ اور دیگر بڑے شہروں میں موئے مُبارک کی زیارت ہوتی ہے۔ حاضرین مسنون درود شریف پڑھتے جاتے تھے اور باری باری امام صاحب کے ہاتھ سے موئے مُبارک کو بوسہ دیتے جاتے تھے۔ صحت و عدمِ صحت سے قطعِ نظر موئے مُبارک سے حاضرین کی محبّت و عشق کا منظر دیدنی تھا۔" [۵]

۷۔ **گنبدِ خضرا کی خاک**: کمرہ میں دوسری چھوٹی ڈبیاں ایسی ہیں جن میں وہ خاک رکھی ہوئی ہے جو حضورؐ کے مزار سے جمع کی گئی تھی۔

موئے مُبارک کی ڈبیہ اور اسی قسم کی دوسری ڈبیاں کمرے میں لٹکے ہوئے مرصّع چھینکوں کے اندر رکھی رہتی ہیں۔

خرقۂ سعادت میں مذکورہ بالا تبرکاتِ نبویؐ کے علاوہ ایک دوسرے کمرے

میں جو "دستمال" کہلاتا ہے دوسرے مقدس تبرکات بھی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ **قرآن مجید**:۔ یہ قرآن سونے اور چاندی کے صندوقچوں میں بند ہیں جن پر جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک قرآن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کا وہی قرآن ہے جس کی وہ شہادت کے وقت تلاوت کر رہے تھے۔ ۵

۲۔ **خلفائے راشدین کی تلواریں**:۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے خرقۂ سعادت میں اکیس (۲۱) تلواریں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں دو حضور رسالت مآبؐ کی ہیں اور چار خلفائے راشدین کی تلواریں ہیں۔ یہ تلواریں تاریخی اہمیت کے علاوہ صناعی کے نقطۂ نظر سے بھی بڑی اہم ہیں۔ عثمانی خلفاء نے ان کی میانوں اور دستوں پر جو قیمتی کام کرایا ہے اور جس طرح جواہرات جڑے ہیں وہ عثمانی دور کی صناعی کا عمدہ نمونہ ہیں۔

۳۔ **دستمال**:۔ دستمال نامی کمرے میں حجرِ اسود کا ایک سانچہ ہے جو شیشہ کے ایک خانہ میں رکھا ہوا ہے۔ یہ سانچہ سونے کا ہے اور اس کا وزن ۱۴،۶۰۰ گرام ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ اس سانچہ کو کس حکمران نے بنوایا ہے۔

۴۔ **بابِ توبہ**:۔ ۱۵۹۲ء میں سلطان محمد مراد سوم نے خانہ کعبہ کا "بابِ توبہ" از سرِ نو تعمیر کرایا تھا۔ پرانا دروازہ ایک مقدس امانت کے طور پر استانبول پہنچا دیا گیا جہاں اس کو خرقۂ سعادت میں نصب کر دیا گیا۔ یہ دروازہ سنگِ مرمر کے ایک چبوترے پر نصب ہے جو کمرے کے آخر میں ہے۔ سامنے حوض ہے اور پیچھے غلافِ کعبہ لٹک رہا ہے جس پر زریں کام ہے۔

۵۔ **کلمۂ طیبہ**:۔ جس جالی دار چھتری میں تبرکات رکھے ہوئے ہیں اس کے دائیں طرف کی دیوار پر ایک تختی نصب ہے جس پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ یہ کتبہ سلطان احمد سوم (۱۷۰۳ء تا ۱۷۳۰ء) نے بنوایا تھا۔ فریم پر سونے اور ہیرے کا جڑاؤ کام ہے اور اس کی تحریر فنِ خطاطی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

یہ ہے مختصر تعارف ان تبرکات کا جو توپ قاپی سرائے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کی تاریخی صحت مشکوک ہو سکتی ہے لیکن ان کو جس اہتمام سے رکھا گیا ہے اور ان کے تحفظ پر کثیر اخراجات کئے گئے ہیں جو عثمانی سلاطین اور ترکی کی اسلام سے اور رسول ؐ سے گہری محبت اور عقیدت کا ناقابلِ انکار ثبوت ہیں۔

جنوری ۱۹۷۵ء میں جب لیبیا کے وزیرِ اعظم عبد السلام جلود نے ترکی کا دورہ کیا تھا تو انہوں نے توپ قاپو سرائے کی سیر کے دوران خرقۂ سعادت کی سیر بھی کی تھی۔ وزیرِ اعظم لیبیا جب اس کمرے میں پہنچے تو ان کے لئے جذباتِ عقیدت کو قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا۔ انہوں نے پہلے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضورؐ کے خرقہ کو اور تلوار کو بوسہ دیا۔ انہوں نے مقوقس کے نام کا وہ خط بھی دیکھا جس پر حضورؐ کی مہر لگی ہوئی ہے اور اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

> "ترکوں اور اسلامی تاریخ کی عظمت کو دیکھ کر یہ ناممکن ہے
> کہ انسان میں ہیجانی کیفیت نہ پیدا ہو جائے۔" ۹

توپ قاپو عجائب گھر کے دوسرے حصوں کی طرح "خرقۂ سعادت" والا حصہ بھی جولائی، اگست اور ستمبر کو چھوڑ کر باقی مہینوں میں منگل کے علاوہ ہر دن شام کو تین سے پانچ بجے تک کھلا رہتا ہے۔ خرقہ شریف چاندی کے صندوق میں بند رہتا ہے اور اس کو دیکھنے کے لئے خاص اجازت نامہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔

خرقۂ سعادت کے قریب کھڑے ہونے اور آنے جانے کے آداب مقرر ہیں۔ جن کی پابندی لازمی ہے۔ اس مقصد کے لئے ترکی کے علاوہ انگریزی، جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں دروازہ کے پاس ہدایات لکھ کر لگا دی گئی ہیں۔

مذکورہ بالا تفصلات ترکی کی وزارتِ سیاحت و اطلاعات کے ایک کتابچہ[۱۰] پر مبنی ہیں اس کے علاوہ جن دوسرے مآخذ سے مدد لی گئی ہے میں نے اس کا حوالہ حاشیہ میں دے دیا ہے۔

(حواشی و حوالہ جات اگلے صفحہ پر)

حواشی وحوالہ جات

۱ روما کی طرح استانبول بھی سات پہاڑیوں پر آباد ہے۔ ان میں سے ایک پہاڑی وہ ہے جس پر توپ قاپو سرائے اور اس سے متعلق باغات واقع ہیں۔ سترھویں صدی میں توپ قاپو کی چہار دیواری کے اندر پچاس ہزار افراد رہتے تھے۔

۲ ZEYNEP M. DURUKAN: THE HAREM OF THE TOPKAPI PALACE — ISTANBOL, 1973.

۳ یورپ نامہ حصہ اوّل از حکیم محمد سعید ص ۱۷۲-۱۷۳، حکیم صاحب نے ترکی کا سفر ۱۹۵۶ء میں کیا تھا۔

۴ اولیا چلپی اسلامی دنیا کا آخری بڑا سیاح ہے۔ اس نے ترکی، شام، عراق، ایران، عرب، مصر، سوڈان، حبش، قفقاز، روس، جزیرہ نمائے بلقان، وینس، ویانا، جرمنی، ڈنمارک اور اس سے ملحقہ ملکوں کی سیر کی تھی اور اپنی اس سیر کے حالات ایک سفر نامہ میں قلمبند کئے جو تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور حال ہی میں دانش من ظہوری، استانبول نے بیس حصّوں میں جدید رسم الخط اور زبان میں منتقل کر کے شائع کر دیا ہے۔

۵ یہ مصرعہ رومن حروف میں لکھا ہوا تھا اس لئے ممکن ہے خطِ نستعلیق میں منتقل کرتے وقت مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔

۶ محمد عزیز، دولت عثمانیہ حصہ دوم اعظم گڑھ

۷ خلیل حامدی، ترکی قدیم وجدید ص ۱۴۳۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۲ء۔ خلیل حامدی نے ترکی کا سفر ۱۹۶۸ء میں کیا تھا۔

۸ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں لکھے ہوئے مصاحف خصوصاً اس مصحف کی موجودگی کے بارے میں روایات مختلف ہیں جو شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کی تلاوت میں تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ کا مصحف دمشق کی جامع اموی میں اب تک محفوظ ہے اور جب سلطان سلیم عثمانی نے دمشق فتح کیا تھا تو اس کی تلاوت بھی کی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق مصحف عثمانی صعید (مصر) کے شہر بہنسا میں تھا۔ اور اس پر خون کے دھبّے تھے۔ بعد میں یہ نسخہ لاپتہ ہو گیا اور کہا جاتا ہے کہ تاشقند میں جو مصحف عثمانی

ہے وہ یہی ہے۔ تیسری روایت کے مطابق جامع اموی والا نسخہ پہلی جنگِ عظیم تک جامع اموی میں محفوظ تھا پھر وہاں سے استانبول منتقل کر دیا گیا۔ چوتھی روایت کے مطابق مصحفِ عثمانی کا ایک نسخہ سمرقند کی جامع عبیداللہ احرار میں محفوظ تھا اور جب سمرقند پر روس کا قبضہ ہُوا تو یہ نسخہ سینٹ پیٹرسن برگ (لینن گراڈ) منتقل کر دیا گیا۔ اس کے فوٹو عکس کچھ فضلا نے حاصل کئے ہیں۔ بہت سے لوگ تبرّک کے طور پر اس کے بعض اجزا اڑا لے گئے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا عکس مصحفِ عثمانی کے اصل رسم الخط سے مختلف ہے۔ اشتراکی انقلاب کے بعد یہ نسخہ امیر بخارا کو دے دیا گیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصل مصحف کھو گیا اور امیر تک نہیں پہنچا۔ پانچویں روایت کے مطابق حمص کی جامع سیّدنا خالدؓ میں مصحفِ عثمانی کا ایک نسخہ جو پہلی جنگِ عظیم کے دوران جرمنی نے حاصل کر لیا تھا اور بعد میں یہ نسخہ استانبول منتقل کر دیا گیا تھا جہاں اب وہ توپ قاپو کے عجائب گھر میں ہے۔ مصاحفِ عثمانی سے متعلق مختلف روایات کے لئے ملاحظہ کیجئے: محمد راغب الطباخ کی کتاب "تاریخ افکار و علومِ اسلامی" (اُردو ترجمہ) حصہ اوّل ص۱۲۶ تا ص۱۳۲ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۶۸ء۔

۹ ہفت روزہ "یئی دین ملی مجادلہ" استانبول مورخہ ۱۴ ار ــــ ۲۵ جنوری ۱۹۷۵ء

۱۰ RELICS OF ISLAM شائع کردہ وزارت سیاحت و اطلاعات، استانبول ۱۹۶۶ء +